حکیم الامتؒ مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کے تین رسالوں کا مجموعہ

یعنی

اسلام اور ترقی

اخبار بینی

تحقیق تعلیم انگریزی

مؤلف

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ / ۱۸۶۳-۱۹۴۳ء

باہتمام

اشرف روبرو قاضی مسجد دیوبند 247554

9012710095, 9027056000

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات اہل علم، عزیز طلبہ اور معزز قارئین کی خدمت میں گذارش:

الحمد للہ اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی غلطی نظر آئے یا کوئی مفید تجویز ہو تو برائے کرم تحریر کر کے ہمیں ضرور ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت بہتر اور غلطی سے پاک ہو سکے۔ (جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا)

حافظ محمد حسان تھانوی

مکتبہ فیض اشرف دیوبند

کتاب کا نام : اسلام اور ترقی اخبار بینی تحقیق تعلیم انگریزی

مؤلف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

قیمت برائے قارئین: فہرست کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سن اشاعت : ۱۴۴۰ھ ۲۰۱۸ء

ناشر : مکتبہ فیض اشرف روبرو قاضی مسجد دیوبند 247554

Mob.: 9012710095, 9027056000

ملنے کے پتے : ۱ ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع شاملی 247777

Mob.: 9927031090, 9358612332

۲ کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور

دیوبند، سہارنپور کے ہر معیاری کتب خانہ سے مل سکتی ہے۔

فہرست

مضمون	صفحہ
اسلام اور ترقی	۴
غیر قوموں کی تقلید	۴
ترقی کی قسمیں	۵
اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی	۶
مالی ترقی	۶
ایک شبہ کا جواب	۸
عزت کی ترقی	۹
حکومت کی ترقی	۱۱
غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول	۱۱
تحقیق-تعلیم انگریزی	۱۷
مقدمہ اولیٰ	۱۷
مقدمہ ثانیہ	۱۸
مقدمہ ثالثہ	۱۸
مقدمہ رابعہ	۱۸
مقدمہ خامسہ	۱۹
مقدمہ سادسہ	۱۹
مقدمہ سابعہ	۱۹
مقدمہ ثامنہ	۲۰
مقدمہ تاسعہ	۲۰
مقدمہ عاشرہ	۲۱
رسالہ اخبار بني	۲۴
الآيات القرآنيّة	۲۴
الأحاديث النبويّة	۲۶
الروايات الفقهية	۲۷
خیرخواہی	۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور ترقی

بعد الحمد والصلوٰۃ، لوگ کہتے ہیں کہ علمائے اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی طریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرۃ: ۱۴۸)

یعنی ہر قوم کے لیے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو۔

ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے، تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ فاستبقوا امر کا صیغہ ہے، جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

پس یہ کہا جائے کہ اسلام میں تو ترقی کرنا فرض ہے اب کس کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے؟ لہٰذا علما پر یہ الزام بالکل تہمت ہے۔ قرآنی فرض سے کون روک سکتا ہے؟

پس فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو اور علما یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔

غیر قوموں کی تقلید: میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں، ان کا دنیاوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں، ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا، کیوں کہ مسلمانوں کے لیے ان تدابیر کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ

ہے اور وہ رکاوٹ ان کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیوں کہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں، ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے۔ اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے پر ہی ایسا سخت عذاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں، باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی، نہ ان کو سزا ملے گی، اور مسلمانوں سے الحمد للہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے، ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی۔

جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں، تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں۔

ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے، وہ سب کو ہی فائدہ دے، اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی، تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔

دیکھیے شراب، جوئے اور سود میں بھی نفع ہے، خود ارشاد عز وجل ہے:

﴿قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (البقرۃ: ۲۱۹)

کہہ دیجیے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں۔

لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہوا ہے۔ لوگ تدبیر بھی کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے یہ ہیں کہ علما ساتھ دیں اور وہ فائدہ ہی کہاں ہوا جس میں خدا تعالیٰ کا غضب نازل اور دین و دنیا دونوں کی تباہی ہو اس لیے مسلمانوں میں ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی، بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے۔

ترقی کی قسمیں: ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بری میں بھی، مگر بھلائیوں میں تو ترقی کوشش کر کے حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں، ورنہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے، میں تو ترقی کرنا چاہتا ہوں، بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز کو، چور کو، گرہ کٹ کو، کفن چور کو، رشوت لینے والے کو، سود خور کو، سٹہ باز کو غرض ہر

اسلام اور ترقی

بدمعاش کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا، اس لیے بھلائیوں میں تو ترقی، ترقی ہے اور برائی میں ترقی بری ہے۔

پس اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا تو وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں، یا جس ترقی کو علمائے اسلام کہتے ہیں ہم اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں، خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے، مگر ان طریقوں نے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنادیا ہے (جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے)۔

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی: موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جڑ ہی کاٹ دی ہے، صحابہ کرام نے جو حضور ﷺ کا نمونہ تھے، کہیں ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی نہ حضور ﷺ نے کبھی اس کی تعلیم فرمائی، نہ حضور ﷺ کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ہے۔

ان سب کی ترقی تو دین کی ترقی تھی، اگرچہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں۔ لیکن مقصود صرف دینی ترقی تھی۔

چناں چہ ان کی اس شان کو خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الحج:٤١)

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ نماز ادا کرتے رہا کریں، زکوۃ دیتے رہا کریں اور بھلائیوں کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں۔

یہ ہے ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

مالی ترقی: جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں اس کے تین حصے ہیں: مال، عزت، حکومت۔ آج کل دوسری قوموں کے سامانِ عیش دیکھ کر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو دنیا زیادہ نہ ملے، اگر ہم کو مال زیادہ دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے، آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے۔

اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں، آپ کو کیا خبر ہے کہ اس وقت آپ کے جو جو ارادے اور نیتیں ہیں زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی؟ جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہوں گے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال و سامان، غلام اور نوکر ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے واسطے فارغ ہو جائیں گے۔

نتفرغ للعبادة و نكفي المؤنة.

ہم عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں گے اور مشقت سے بچ جائیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے۔

جب حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے زیادہ مال پسند نہیں کیا۔ حالاں کہ حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں گھسے، تو اوروں کے لیے کب پسند فرمائیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہیے۔

أولئك عجلت لهم طيباتهم في الحياة الدنيا.

یہ لوگ تو وہ ہیں جن کو ان کی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں۔

آخرت میں تو کافروں کے لیے عذاب ہی عذاب ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنّت میں ہے۔

دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہیے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے، ستر ڈھانکنے کے لیے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان، اور اتنا الحمدللہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے، صحابہ کو حضور ﷺ کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا۔ ہم تو بادشاہ ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

من أصبح معافى في جسده آمنا في سربه، عنده قوت يومه فكأنما حيزت له الدنيا بحذافيرها.

یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اس کو تمام دنیا مل گئی۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں، ان کو کیا خبر ہے کہ امیر ہونے کے بعد وہ کیسے ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نیک نیت عطا فرما دیتے ہیں، یہی ان کے درجے بلند کرنے کے لیے کافی ہے۔

خود ارشاد ہے:

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۝﴾ (البقرة: ٢٦٣)

اچھی اچھی باتیں اور معافی دے دینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتانے کی تکلیف ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، بردبار ہے۔

جس کے پاس مال نہیں وہ نیک نیت اور نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

ایک شبہ کا جواب: شاید کوئی یہ کہے کہ: قرآن شریف میں ہے:

﴿وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۝﴾ (العاديات: ٨)

بے شک وہ مال کی محبّت میں بہت سخت ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ﴾ الأية (البقرة: ١٨٠)

تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے۔

یہاں مال کو "خیر" فرمایا ہے، لہٰذا مال کی ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوئی اور **فاستبقوا الخيرات** (یعنی بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آ گئی۔

جواب یہ ہے کہ **فاستبقوا الخيرات** میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی

ہی بھلائی ہو، اور مال ہر طرح بھلائی نہیں، اس کی بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں جن کی رعایت نہیں کی جاتی، اس لیے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں روکتے، جائز بلکہ فرض کہتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

کسب الحلال فریضة بعد الفریضة.

یعنی حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے۔

عزت کی ترقی: حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (المنافقون: ۸)

یعنی اللہ ہی کے لیے ہے عزت اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے۔

بھلا جس شخص کا آیت پر ایمان ہوگا وہ عزت حاصل کرنے سے کیسے روکے گا، علما صرف طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لے کر جانے سے پشاور نہیں پہنچ سکتے۔

جو طریقے لوگ کہتے ہیں وہ غلط ہیں، صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ و رسول ﷺ نے بتایا ہے مگر اس طریق کی تحقیق کے لیے پہلے یہ سمجھتے کہ:

ا۔ عزت حاصل کرنے کی غرض کیا ہے؟

ب۔ اور وہ کیوں ضروری ہے؟

لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں اس کی غرض محض بڑا بننا ہے مگر اس کی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں۔

اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا، آدمی جو کچھ کرتا ہے، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے، مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لیے کہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کا فائدہ حاصل کرے، دوا کرتا ہے تو اس لیے کہ بیماری کے ضرر سے بچے اور تندرستی کا فائدہ حاصل کرے، غرض جو کچھ کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا ضرر سے بچنے کے لیے۔

دوسری بات یہ سمجھیے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں اور اس کا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدے حاصل کرنے کے لیے ہے اور عزت ضرر سے بچانے کے لیے اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہوجاتے ہیں تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد کے اندر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے ورنہ عزت تو بچاؤ ہی کی چیز ہے، اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کرسکتا کیوں کہ غلبہ اور عزت بے حد وانتہا ہے تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور خطروں سے بچاتی ہے۔ مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں، کوئی ہم کو ذلیل نہیں کرسکتا، بیگار میں نہیں پکڑ سکتا، غرض عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنے کے قابل ہیں بشرطیکہ طریقہ سے ہوں، شریعت کی حد میں رہ کر ہوں اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کرنے کو برا کہتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبّت اور عزت کی محبّت سے منع کرتا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبّت سے بڑھی ہوئی ہو کہ ان کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔

خود ارشادِ باری ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط﴾ (التوبة: ٢٤)

فرما دیجیے! اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جن کو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم یعنی عذاب لائیں۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال وعزت کی محبّت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ

سے غافل کردے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے، مال اور آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر بات نہ جائے یہ برا ہے اور بہت برا ہے۔

حکومت کی ترقی: لوگ علما کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاست کی کچھ خبر نہیں، یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں، اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونا چاہیے یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے اس میں اور ترقی کرنا چاہیے۔

لیکن افسوس! ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ مُلّانا پن مقصود ہے اور سلطنت وحکومت سے بھی مُلّانا پن پھیلانا ہی مقصود ہے کہ جو ایمان سے محروم ہیں ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے یا اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں، حکومت سے تو صحابہ میں بھی یہ مُلّانا پن پسند فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الحج:٤١)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قبضہ دیویں تو یہ نماز پڑھتے رہا کریں، زکوۃ دیتے رہا کریں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں۔

حاصل یہ ہے کہ مال، عزت، حکومت تینوں کی ترقی میں خود ان ہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں، ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں، جن سے کسی حکم کے خلاف نہ لازم آئے، تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور خالص حرص ہے تو یہ سمجھیے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اس کی کبھی اصلاح بھی نہ ہو سکے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول: مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے؟ مگر اب تک حقیقت تک کوئی

نہیں پہنچا۔ کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے۔

مگر یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہیے تھا کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں، ان کو بھی ترقی ہوتی حالاں کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی ترقی پائے ہوئے نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چوں کہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے، اس لیے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔

مگر یہ بھی غلط ہے کیوں کہ معاملوں میں شریعت کی حدود کے پابند کتنے تاجر ہیں؟ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا، تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی؟ یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں؟

حاصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو وہ ان کی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں اور پھر ان کو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں، دوسروں کو رغبت بھی دلانے لگتے ہیں، کبھی ان کی سی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی ہوگی، کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے، عورتیں آزاد ہوں گی تو علوم اور صنعت و حرفت سیکھیں گی، خود بھی ترقی کریں گی، اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی۔

لیکن یہ خیال بھی غلط ہے کیوں کہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین نہیں اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہے جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں تو اگر بے پردگی سے ہی ترقی ہوتی ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لی؟

معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں جہاں پائی جائیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انھوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں، جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند

ہونا، برد بار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا، ہوش سے کام لینا، آپس میں اتحاد و اتفاق کرنا۔ اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے، چاہے کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑے۔

اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے کہ نہ ان میں اتحاد و اتفاق ہے، نہ راز داری کا مادہ ہے، نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے، نہ انجام سوچ کر کام کرتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں، ہوش سے نہیں کرتے، اس لیے ان کی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی۔

دوسری قوموں نے ان کے گھر سے چرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی ان میں ظاہر ہو گیا مگر یہ چوری نا تمام چوری ہے جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں، اس کے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں، دبے ہوئے خزانے ہاتھ نہیں لگتے، اس لیے ان کو بھی اس پارس کی پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی یا ہوئی مگر انھوں نے اُسے بے کار سمجھ چھوڑ دیا کہ اس کی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے، ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے۔ وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقادِ رسالت، نماز، روزہ وغیرہ ہیں۔

افسوس! آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں، اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لے لی ہیں تو اس پارس کی پتھری کے ساتھ مل کر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپ کے اسلاف کو حاصل تھی، ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔ افسوس! آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے، اس صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي

ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O﴾ (النور: ۵۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ ضرور ان کو ملک میں خلیفہ و بادشاہ بنائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو بنایا اور ان کے دین کو جس کو ان کے واسطے تم سے پہلے لوگوں کو بنایا اور ان کے دین کو جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے قوت والا بناویں گے اور خوف کے بعد امن سے بدل دیں گے کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔

کس قدر صاف طرز سے ان عملوں کا طریقہ بیان کیا ہے اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونے کا احتمال بھی نہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر ترقی کی ہوسکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونے کا وہم بھی نہ ہو، اس میں سو فیصدی کامیابی ہی کامیابی ہے، خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اس کے خلاف نہ ہوگا، اس لیے اس تدبیر میں کامیابی یقینی ہے۔

افسوس! جس خزانہ کو چور نے ناواقف ہوکر یا بے کار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں، یا نماز ہی غائب، یا نمازی ہے تو سجدہ، رکوع یا قومہ غائب۔

یہ سب بے قدری اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے، اس کے دنیا کے فائدے ان کو معلوم نہیں۔ بعض جاہل تو نماز روزہ کو ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں۔

اگر ان کی حقیقت معلوم ہوجاتی اور یہ خبر ہوجاتی کہ ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھتے کہ مسلمان کس ذوق وشوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجالاتے گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں، خلوص کے خلاف ہے۔

اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہونی چاہیے، یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں۔

غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں۔ اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں، افسوس! ہم مسلمانوں نے

ان سب کو چھوڑ رکھا ہے، پھر ترقی کس طرح ہوسکتی ہے؟

ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے، ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے، تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے، صنعت وحرفت والے کی ترقی صنعت وحرفت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی، اسی قدر وہ بھی ترقی والا، اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا، تو پھر کیا مسلمان کی ترقی اسی سے نہ ہوگی کہ اس کے اسلام میں ترقی ہو اور اسلامیات میں اعتقادات عبادات، معاملات، اخلاق سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو۔ بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا۔

﴿وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۹)

تم ہی عالی اور ترقی والے ہو اگر پورے مسلمان بن جاؤ۔

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ ان کی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ۝﴾ (المآئدة: ٥٤)

یعنی مسلمان مسلمانوں میں ذلیل اور کافروں پر غلبہ وعزت والے ہیں۔

تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو ذلیل رکھیں گے اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی۔ یہ ایک زریں اصول ہے، چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے گا کہ اسی سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے۔

حضراتِ صحابہ وتابعین اور اسلاف کو جس قدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے۔ تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کیے تھے؟ کیا ناجائز خرید وفروخت کی تھی؟ کیا پردہ اٹھایا تھا یا اور کوئی تدبیر جو آج کل کی غیر قوموں میں رواج پارہی ہیں، ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی؟

ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نہ تھی، وہاں فقط وہی ایک تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے یعنی کمالِ ایمان، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعتِ مطہرہ کی کامل

فرمانبرداری، ہر مسلمان کے لیے ہیچ اور ذلیل بن جانا، جس میں ایثار، اتفاق، اتحاد، بردباری، انتظام، استقلال سب کچھ آ گیا ہے۔

بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ وہم وخیال سے بھی زیادہ ترقیاں کی ہیں۔ یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے۔

افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑ کر در بدر بھیک مانگی جارہی ہے اور ناموافقِ مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جارہا ہے۔

کاش! قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اس کی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں اور لوگوں کو ایمان کامل کی طرف لایا جائے۔ ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (المآئدة: ٥٤) کا درس دیا جائے، پھر ترقی مال وعزت کی بلکہ حکومت تک آگے رکھی ہوئی ہے۔

فقط

اشرف علی

تحقیق تعلیم انگریزی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین، والصلاة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد ہمارے زمانے میں انگریزی تعلیم کی جواز وناجواز کی نسبت اکثر گفتگو ہوتی ہے چوں کہ اکثر جانبین کے دلائل ناکافی ہوتے ہیں اس لیے بجائے قولِ فیصل نکلنے کے روزمرہ اختلاف ہی بڑھتا جاتا ہے اور کوئی قول محقق نہیں ہوتا۔ نظر بریں مناسب معلوم ہوا کہ اس میں قولِ فیصل اپنی رائے کے موافق عرض کیا جائے۔ اُمید ہے کہ منصف کے لیے کافی شافی ہوگا اور متعصب کے لیے تو کوئی تقریر کوئی تحریر کبھی کافی نہیں ہوئی اور نہ ہونے کی اُمید۔ اب قبل شروع مقصود چند مقدمات بطور قواعد کلیہ کے تمہیداً عرض کیے جاتے ہیں کہ تفہم مقصود میں آسانی ہو۔ وعلیہ نتوکل وبہ نستعین۔

مقدمہ اولیٰ: کسی شے کا قبیح ہونا دو طور پر ہوتا ہے: ایک قباحت لعینہ، دوسری قباحت لغیرہ، قباحت لعینہ کے یہ معنی کہ اس شے کی ذات میں قباحت اور برائی ہو کسی عارض اور خارج کی وجہ سے اسے قباحت نہ آئی ہو، اس کی ذات میں قباحت ہونے کا یہ اثر ہوگا کہ وہ شے کبھی کسی طرح مباح نہ ہو سکے گی۔ جس طرح زنا سرقہ کہ ان کی ذات میں قباحت ہے کسی عارضی چیز کی وجہ سے قباحت نہیں آئی، یہاں تک کہ یہ کبھی کسی طرح محل اباحت نہیں ہو سکتے، قباحت لغیرہ کے یہ معنی کہ وہ شے اپنے نفس اور ذات کے اعتبار سے تو قبیح نہیں ہے مگر اس میں کچھ خارجی عوارض ایسے لاحق ہو گئے ہیں جس سے وہ شے قابل اجازت نہ رہی جیسے اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرنا، یہاں بیع کے اندر فی نفسہ کچھ خرابی نہیں بلکہ اس میں بعض عوارض ایسے

لاحق ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ بیع ناجائز ہوگئی، وہ عارض یہ ہے کہ اذان سنتے ہی جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہونا واجب ہے **بقوله تعالی**

﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعة: ۹)

یعنی خدا کے ذکر کی طرف چلو۔

اور اذان جمعہ کے بعد اگر خرید وفروخت کی جاوے گی تو حاضریِ جمعہ میں تاخیر ہوگی۔ پس یہاں بیع میں قباحت اس عارض کی وجہ سے لاحق ہوگئی اور بیع قبیح وممنوع ٹھیری ورنہ خود بیع میں کچھ خرابی نہ تھی۔

مقدمہ ثانیہ: جو امر مفاسد کا ذریعہ بنے اگرچہ وہ امر مباح ہو لیکن سبب ذریعہ مفاسد بننے کے حرام ہو جاتا ہے۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ غدر کرنیوالوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا حرام ہے، اگرچہ یہ بیع خود فعل مباح تھا لیکن چوں کہ مفاسد کا ذریعہ بنا اور اس سے ایک فساد لازم آ گیا اس لیے اب حرام ہو گیا۔

مقدمہ ثالثہ: دین صرف چند اعمال ظاہری مثل نماز، روزہ، حج، زکوۃ ہی کا نام نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر جز عقائد کا ہے جس پر دار مدار نجات کا ہے کہ بغیر اس کے نجات غیر ممکن ہے ایک جُز اس کا اخلاق حمیدہ ہیں کہ حسب تصریح محقّقین وہ بھی مثل نماز روزہ کے فرض ہے، وہ اخلاق یہ ہیں: صبر وشکر واخلاص وتواضع وسخاوت وغیرہ پس اگر کوئی صرف ان چند اعمال ظاہری کو برتے اور نہ اس کے عقائد ٹھیک ہوں اور نہ اخلاق درست ہوں وہ ہرگز پورا مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔

مقدمہ رابعہ: جس دنیا کی مذمت قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں موجود ہے اُس کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک حب مال دوسرے حب جاہ یعنی مال اور شان کا ایسا محبوب ہونا کہ اس کے مقابلہ میں دین کے ضائع ہو جانے کا صدمہ نہ ہو یعنی اگر کسی فعل یا قول سے دین میں کمال ہوتا ہو لیکن مال وجاہ کو نقصان پہنچتا ہو یا مال وجاہ کی ترقی ہو لیکن دین کا تنزل ہوتا ہو تو وہاں مال و

جاہ کو ترجیح دے اور دین کی کچھ پرواہ نہ کرے جن لوگوں نے قرآن وحدیث کو نظر ایمانی سے دیکھا ہے ان کے نزدیک یہ مقدمہ اجلی البدیہیات سے ہے۔

مقدمہ خامسہ: شریعت کے احکام کا دارومدار حقیقت پر ہے نہ نام پر پس اگر کسی شے کا نام بدل دیا جائے تو جب تک اس کی حقیقت نہ بدلے گی حکم نہ بدلے گا۔ مثلاً اگر کوئی شراب کو شربت یا زنا کو نکاح کہا کرے تو اس کا حکم نہ بدلے گا اور دونوں کا حکم یعنی حرمت باقی رہے گی۔

مقدمہ سادسہ: کسی شے پر حکم لگانا باعتبار غالب اور اکثر کے ہے ایک آدھ فرد کا اس سے نکل جانا اس حکم کے مخالف نہ کہلائے گا۔ مثلاً ایک مقدار خاص سنکھیا کی اکثر اوقات و اکثر اشخاص کے اعتبار سے مہلک ہو سو فرضاً اگر کسی خاص وقت یا کسی خاص شخص کے اعتبار سے نوبت بہ ہلاک نہ پہنچائے تب بھی اس مقدار پر اطبا مہلک ہی ہونے کا حکم لگاویں گے اور اس شاذ و نادر صورت کو کالعدم و ناقابل اعتبار سمجھیں گے چناں چہ اسی مقام سے للاکثر حکم الکل اور النادر کالمعدوم مثل مشہور ہوگئی ہے۔ اپنے محاورات میں بھی اگر ذرا غور کر کے دیکھا جاوے تو اس کی نظیریں بہت ملیں گی۔ مثلاً کسی قوم کو بہادر اور دلیر کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کا ہر فرد بہادر اور دلیر ہے اور کوئی شخص بھی اس قوم کا بزدل نہیں بلکہ سب سمجھتے ہیں کہ یہ حکم اس قوم کے اکثر افراد کے اعتبار سے ہے۔

مقدمہ سابعہ: کسی شے پر کسی خاص اثر کے ترتب کا حکم لگائیں گے یہ ضرور نہیں کہ اس کے اسباب بھی معلوم ہوں بلکہ مطلقاً حکم لگانے کے لیے مشاہدہ اور تجربہ بالکل کافی دلیل ہے۔ مثلاً مقناطیس پر یہ حکم لگانا کہ وہ لوہے کو کشش کرتا ہے اس حکم کی صحت بتکرار مشاہدہ و تجربہ بالکل قطعی اور یقینی ہے اگرچہ کشش کرنے کی علت اور سبب اب تک یقینی طور پر کچھ معلوم نہیں ہوا بلکہ تجربہ اور مشاہدہ پر اس قدر وثوق کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ہمارے تجربہ کے خلاف دلیل قطعی سے ثابت کر دے تو اپنے تجربہ اور مشاہدہ کے مقابل اس کی دلیل نہ مانی جاوے گی اور کہا جاوے گا کہ اس دلیل کی غلطی اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہوتی لیکن چوں کہ مشاہدہ کے خلاف ہے،

مثلاً اگر کوئی شخص مقناطیس میں عدم انجذاب دلیل سے ثابت کر دے اس لیے ضرور غلط ہے۔ تاہم بمقابلہ مشاہدہ کے وہ دلیل بالکل ناقابل اعتبار ہو گی اور مجیب کو ان دلیلوں کا جواب دینا ضرور نہ ہو گا بلکہ اس کو صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہو گا کہ چوں کہ یہ دلیلیں مشاہدہ کے خلاف ہیں اس لیے غلط ہیں۔

مقدمہ ثامنہ: ہر شے قابل تحصیل دو قسم پر ہے۔ ایک مقصود لذاتہ جس کو مطلق مقصود بھی کہہ سکتے ہیں، دوسرے مقصود لغیرہ جس کا نام ضروری بھی رکھا جا سکتا ہے۔ مقصود لذاتہ کے یہ معنی کہ وہ شے خود مقصود ہے کسی دوسرے مقصود حاصل کرنے کے لیے وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے، مقصود لغیرہ اس کے برعکس ہے یعنی خود مقصود نہیں بلکہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے اس کو اختیار کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ مقصود کا ذریعہ ہے بغیر اس کے مقصود تک پہنچنا دشوار ہے سو مقصود لذاتہ کی تحصیل میں بس نہیں ہوتی اور مقصود لغیرہ (ضروری) میں جب قدر ضرورت حاصل ہو جائے گی آگے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً غذا اور دوا کو لیجیے کہ غذا تو مقصود ہے اور دوا ضروری پس غذا تو تمام عمر کا شغل ہے اور دوا چوں کہ ضرورت مرض سے ہے جب مرض نہ رہے گا دوا سے روک دیا جاوے گا۔

مقدمہ تاسعہ: جس امر میں اہل الرائے اختلاف کریں حقیقت میں وہ اختلاف اُس امر کے دلیل کے کسی مقدمہ میں ہو گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ دلیل تو طرفین کو مسلم ہو اور پھر نتیجہ اور مدعیٰ میں مخالفت رہے سو وہ مقدمہ جس میں فی الحقیقت اختلاف ہے اگر مقدمہ شخصیہ[۱] ہے ایک شخص زید ایک آدمی کا نام رکھ کر کہتا ہے زید آدمی ہے اور جو آدمی ہے وہ لکھنے کی قابلیت رکھتا ہے اس لیے زید لکھنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ دوسرا زید گدھے کا نام رکھ کر زید گدھا ہے اور کوئی گدھا لکھ نہیں سکتا اس لیے زید بھی لکھ نہیں سکتا پس یہ اختلاف مقدمہ شخصیہ میں ہے کہ زید آیا واقع میں کسی

---

۱ مقدمہ شخصیہ اس کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص شخص پر حکم کیا جاوے جیسے زید کھڑا ہے یہ مقدمہ شخصیہ ہے کہ اس میں کھڑے ہونے کا حکم خاص زید ہی پر کیا گیا ہے اور مقدمہ کلیہ اس کے برعکس جیسے سب آدمی لکھتے ہیں کہ لکھنے کا حکم کسی آدمی پر نہیں کیا گیا بلکہ مطلقاً سب آدمی پر حکم ہے۔

آدمی کا نام ہے یا گدھے کا تو یہ اختلاف قابل اعتبار نہیں بلکہ ذرا سے غور کے بعد اختلاف اٹھ جا سکتا ہے کہ اگر زید آدمی کا نام ہے تو پہلا قول صحیح ہے اور دوسرا یقیناً غلط اور اگر گدھے کا نام ہے تو دوسرا قول صحیح ہے اور اول غلط ہے ہاں اگر جو آدمی ہے وہ لکھنے کی قابلیت رکھتا ہے اس مقدمہ کلیہ میں کوئی اختلاف کرے اور کہے کہ ہر آدمی نہیں لکھ سکتا تو یہ اختلاف البتہ قابل اعتبار ہوگا۔ فافهم حق الفهم.

مقدمہ عاشرہ: جو حکم کسی عارض کی وجہ سے کیا جاتا ہے اس حکم کا دارومدار اس عارض پر ہوتا ہے پس اگر زمانہ کے اختلاف یا ملک کے تبدیل سے وہ عارض جاتا رہے تو وہ حکم بھی جاتا رہے گا۔

جب یہ مقدمات عشرہ ممہد ہو چکے اب بعونہ تعالیٰ مقصود کی طرف رجوع کیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ انگریزی اپنی ذات میں ایک زبان ہے اور باعتبار کورس متعارف کے چند فنون وعلوم کا نام ہے۔ کسی زبان یا کسی فن علمی کا سیکھنا اپنی ذات میں ممنوع نہیں کہا جاتا لیکن مفاسد اور قبائح مل جانے سے ممنوع لغیرہ ہو سکتا ہے۔ (بحکم مقدمہ اولیٰ)

اور جب مفاسد اور قبائح مرتب ہونے لگیں باوجود اپنے اباحت اصلیہ کے قابل ممانعت ہو جاوے گی۔ (بحکم مقدمہ ثانیہ)

اب ان آثار کو ملاحظہ فرمائیے جو اس وقت انگریزی تعلیم میں پیدا ہوتے ہیں۔ نماز و روزہ میں کاہلی بلکہ اعراض، عقائد دینیہ میں ضعف بلکہ تشویش وانکار، تکبر، نمائش، تصنع وتقلید کفار، دوسروں کو حقیر سمجھنا، دینداروں کو نظرِ مذلت سے دیکھنا اور یہ سب دین کی بربادی ہے کیوں کہ امور مذکورہ اجزائے دین ہیں۔ (بحکم مقدمہ ثالثہ)

اور شب و روز دماغ میں ترقی مال اور حصولِ مناصب کی ہوسیں پکنا۔ ان کی تحصیل میں احکام شرعیہ کی ذرہ برابر بھی نظر میں وقعت نہ رہنا اور اس مقدمہ میں بے باکی آجانا اور یہی دنیا ہے جو اللہ اور رسول کے نزدیک مبغوض وملعون ہے۔ (بحکم مقدمہ رابعہ)

گو اس وقت اس دنیائے ملعونہ کا نام ہوسنا کوں نے اولوالعزمی اور ترقی رکھا ہے مگر عنوان بدلنے سے معنون نہ بدلے گا نہ اس کا حکم بدلے گا۔ (بحکم مقدمہ خامسہ)

اور اگرچہ بعضے لوگوں میں یہ آثار نہیں پیدا ہوتے یا کم پیدا ہوتے ہیں مگر شاید فیصدی مشکل سے دس آدمی اس سے محفوظ ہوں تو ہوں پس اس تخلف کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاوے گا۔ (بحکم مقدمہ سادسہ)

اور ان آثار کی علت خواہ صحبت اہل الحاد کی ہو یا تعلیم دین کا اہتمام نہ ہونا قرار دیا جاوے، خواہ خود بعض فنون کا خاصہ ہو جیسے سائنس وغیرہ یا مصنفین کے خیالات کا عکس ہو جو بذریعہ تصنیفات کے مخفی طور پر ناظرین کے قلب پر پڑتا ہے مگر جب مشاہدہ سے ترتیب آثار کا ثابت ہے اس بات کی تعیین نہ ہونا باعث تردد فی الحکم نہیں ہوسکتا بلکہ اگر کوئی شخص دلائل سے ان آثار کا لازمی نہ ہونا بھی ثابت کردے مگر مشاہدہ کو مکذب دلائل سمجھا جاوے گا۔ (بحکم مقدمہ سابعہ)

البتہ جو شخص دنیا کی ضرورت سے پڑھنا چاہے (بشرطیکہ وہ ضرورت شرعاً بھی ضرورت سمجھی جاوے اور اعلیٰ درجہ کے پاس اور ڈگریوں کا حاصل کرنا اور اس سے اعلیٰ درجہ کے عہدوں کا حاصل کرنا جس میں سرتاسر شریعت کی مخالفتیں کرنا پڑتی ہیں حد ضرورت سے خارج ہے) یا کسی دینی ضرورت سے پڑھے۔ مثلاً مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے یا مخالفوں کو اسلام کی دعوت کرنے کے لیے (اور یہ تو عنقا ہے) تو بقدر رفع ضرورت اجازت ہوگی اور اس سے آگے بندش۔ (بحکم مقدمہ ثامنہ)

اس تقریر سے صاحب انصاف کی تردید انگریزی تعلیم کے قبح میں ذرا بھی شک نہ رہا ہوگا۔ اگر کسی عالم مستند کا قول یا فتویٰ اس کے خلاف میں پایا جاوے تو حقیقت میں یہ اختلاف ایک مقدمہ شخصیہ میں ہے نہ مقدمہ کلیہ میں یعنی اس مقام پر ہمارے دعوے کی دلیل میں دو مقدمے ہیں اول یہ کہ انگریزی سے فلاں فلاں آثار قبیحہ پیدا ہوتے ہیں اور مقدمہ شخصیہ ہے دوسرا مقدمہ یہ کہ جس چیز سے یہ آثار قبیحہ پیدا ہوں وہ قبیح ہے یہ مقدمہ کلیہ ہے سو مقدمہ اولیٰ کوئی مسئلہ شرعی نہیں بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق ہے جس میں اختلاف مشاہدہ و تجربہ سے اختلاف رائے ہوسکتا ہے اور مشاہدہ و تجربہ سے ایک رائے کی غلطی کا معائنہ ہوسکتا ہے وہاں دوسرا مقدمہ مسئلہ شرعی ہے سو اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا پس ایسا اختلاف ہمارے دعوی مذکورہ

کو مضر نہیں ہوسکتا۔ (بحکم مقدمہ تاسعہ)

البتہ اگر کسی خاص طریق سے ان آثار قبیحہ کا انسداد ہو جاوے اور اس تعلیم کی مضرت اکثریہ کا دفعیہ ہو جاوے تو اس وقت اس سے حکم قبیح کا اُٹھ جاوے گا گو حالت موجودہ سے تو اس کی امید بہت کم ہے مگر قضیہ شرطیہ کے صدق میں کوئی کلام نہیں۔ (بحکم عاشرہ)

هذا آخر ما أردنا إيراده في هذا الباب، والله تعالى أعلم بالصواب، وعنده أم الكتاب، نسأل الله تعالى حسن المآب ببركة سيد الرسل وهادي السبل وآله وأصحابه.

کتبہ

محمد اشرف علی تھانوی امدادی عفی عنہ

رسالہ اخبار بینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ اظہارِ مدعا کیا جاتا ہے کہ آج کل چوں کہ طبائع میں اخبار بینی کا مذاق اس درجہ پھیل گیا ہے کہ وہ مثل غذا بلکہ غذا سے بھی زیادہ ہوگیا ہے کہ کسی وقت بے غذا تو صبر بھی کر سکتے ہیں مگر بدون اخبار بینی کے صبر نہیں آتا، اور اکثر اس میں ایسا انہماک ہوا ہے کہ کتب دینیہ کے مطالعہ کی طرف اصلاً التفات یا اس کی ضرورت ذہن میں بھی نہیں رہی اور اس شغف میں دین کا بھی نقصان ہے جیسا کہ مجملاً معلوم ہوا، اور مال کا بھی نقصان ہے کہ اکثر خرید کر دیکھتے ہیں یا دوسروں کو خریداری کی ترغیب دیتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ دوسرے بھائی کا نقصان بھی ایسا ہی ہے جیسا اپنا نقصان اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جو انسان کے لیے مال سے بڑھ کر متاع گراں مایہ ہے۔

ان مفاسد کو دیکھ کر بہ مشورہ بعض خیر خواہانِ اسلام اس کے متعلق حکم شرعی کا ظاہر کرنا مصلحت معلوم ہوا۔ پر جن لوگوں کے دلوں میں خود شرع ہی کی وقعت نہیں، ان سے تو امید قبول موہوم محض ہے، البتہ بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جو شرع کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں، مگر ان کو کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ ایسا اشتغال شرع کے خلاف ہے۔ ان سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس تحریر سے منتفع ہوں گے۔

الآیات القرآنیۃ

الآیۃ الاولیٰ: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا

يَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ﴾ (البقره: ۱۰۱،۱۰۲)

۱۔ اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمد ﷺ) آئے (اور وہ) اس کتاب کی جو ان (یہود) کے پاس ہے تصدیق بھی کرتے ہیں تو ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات) کو (جس میں ان رسول کی پیشین گوئی بھی ہے، ایسا) پیٹھ پیچھے پھینکا کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں اور ان (ڈھکوسلو) کے پیچھے پڑ گئے جن کو سلیمان کی عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھایا کرتے تھے۔

الآية الثانية: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○﴾ (المائدة: ۹۱)

۲۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تم کو یادِ الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)۔

الآية الثالثة: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○﴾ (لقمان: ۶)

۳۔ اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصے مول لیتا ہے، تا کہ (لوگوں کو ورغلا کر) بے سمجھے بوجھے راہِ خدا سے بھٹکائے اور آیاتِ الٰہی کی ہنسی بنائے، ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) ذلت کی سزا ہونی ہے۔

الآية الرابعة: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ (الحجرات: ۱۱) وفيها: ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ﴾ (الحجرات: ۱۱) وفيها: ﴿اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ﴾ (الحجرات: ۱۲) وفيها: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ﴾ (الحجرات: ۱۲) وفيها: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ﴾ (الحجرات: ۱۳)

۴۔ اے ایمان والو! تمھیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے ہنسی نہ کریں۔

اور اسی رکوع میں ہے: نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو۔

اور اسی میں ہے: بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔

اور اسی میں ہے: اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے ٹٹول میں رہا کرو اور نہ تم میں سے ایک ایک کو پیٹھ پیچھے برا کہے۔

اور اس میں ہے: اللہ کے نزدیک بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہے۔

الآية الخامسة: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (بني إسرائيل: ٣٦)

۵۔ جس بات کا یقینی علم نہ ہو (اٹکل پچو) اس کے پیچھے نہ ہو لیا کرو (کیوں کہ) کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہونی ہے۔

الأحاديث النبويّة

الحديث الأول: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ.

۱۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔

الحديث الثاني: إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِي وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ.

۲۔ جب تم ثنا خوانوں کو تعریف کرتے دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی بھرا کرو۔

الحديث الثالث: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا إِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يُهْوَى بِهَا أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

۳۔ البتہ بندہ کوئی بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے تو وہ اس کے سبب دوزخ میں گرایا جائے گا جس کی مسافت آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ ہوگی۔

الحديث الرابع: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ.

۴۔ بیہودہ بات کو چھوڑنا ان چیزوں میں سے ہے جو انسان کے اسلام کو آراستہ کرنے والی ہیں۔

الحديث الخامس: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ.

۵۔ یہ چار باتیں مومن کی شان سے نہیں: ۱۔طعن کرنا، ۲۔لعنت کرنا، ۳۔فحش بکنا، ۴۔بدخو ہونا۔

الحديث السادس: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ.

۶۔ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی عار دلائے تو یہ بھی مرنے سے پہلے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔

الحديث السابع: لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ.

۷۔ اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت کے وقت خوشی ظاہر نہ کر (ایسا نہ ہو) کہ خداوند کریم اس پر رحم فرمائے اور تجھے اس میں گرفتار کرے۔

الحديث الثامن: إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى.

۸۔ جب بدکار کی کوئی تعریف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے۔

الحديث التاسع: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ وَيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيُصَرِّفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ.

۹۔ جو شخص علم اس لیے سیکھتا ہے کہ علما سے مباحثہ اور کمینوں سے جھگڑا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) دوزخ میں ڈالے گا۔

الحديث العاشر: اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا فِي الْمِشْكَاةِ.

۱۰۔ لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے تو بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

الروايات الفقهية

الرواية الأولى في رد المحتار: إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلٰى فِعْلِ الْبِدْعَةِ.

۱۔ ردالمحتار میں ہے کہ جب ایک حکم سنت اور بدعت میں دائر ہو تو بدعت کے مرتکب ہونے سے اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔

الروایۃ الثانیۃ في الدر المختار: اَلْقِصَصُ الْمَكْرُوْهُ أَنْ يُّحَدِّثَهُمْ بِمَا لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ مَعْرُوْفٌ، أَوْ يَعِظَهُمْ بِمَا لَا يُتَّعَظُ بِهِ، أَوْ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ.

۲۔ درِّ مختار میں ہے کہ مکروہ قصّہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصّہ بیان کرے جس کی اصل مشہور اور معلوم نہیں یا اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ اور کم کر ڈالے۔

الروایۃ الثالثۃ في الدر المختار: وَمِنَ السُّحْتِ مَا يُؤْخَذُ إلی قولہ: وَشَاعِرٌ لِشِعْرٍ وَمَسْخَرَةٌ وَحَكَوَاتِيٌّ. قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾. في رد المحتار: قولہ شَاعِرٌ لِشِعْرٍ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُدْفَعُ لَهُ عَادَةً قَطْعًا لِلِسَانِهِ.

۳۔ درِّ مختار میں ہے: خلاصہ یہ ہے کہ من جملہ اموالِ محرمہ کے وہ مال ہے جسے شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرہ اور قصّہ گو لیتا ہے۔ فرمایا حق تعالی نے: بعض آدمی وہ ہے جو لهو الحديث یعنی کھیل کی بات خریدتا ہے۔ ردِّ مختار میں ہے: شاعر کو جو مال بذریعہ شعر دیا جاتا ہے اس کے حرمت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس سے اس کی زبان روکنے کو دیا جاتا ہے۔

قولہ: ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾: نَزَلَتْ فِي النَّضْرِ كَانَ يَشْتَرِي أَخْبَارَ الْعَجَمِ وَيُحَدِّثُ بِهَا قُرَيْشًا فَيَسْتَمِعُوْنَ حَدِيْثَهُ وَيَتْرُكُوْنَ اِسْتِمَاعَ الْقُرْاٰنِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ.

اور یہ آیت: ﴿مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اتری ہے، وہ سوداگری کو ملکِ عجم میں جاتا، وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا (اور کہتا کہ محمد تم سے عاد و ثمود کا قصّہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم واسفندیار کا قصہ بیان کرتا ہوں) تو قریش اس کی بات اور حکایتیں سنتے اور قرآن سننا ترک کر دیتے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الروایۃ الرابعۃ في الدر المختار: مَنْ لَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ بِالْفِعْلِ أَوْ بِالْقُوَّةِ كَالصَّحِيْحِ الْمُكْتَسِبِ يَأْثَمُ مُعْطِيْهِ إِنْ عَلِمَ بِحَالِهِ؛ لِإِعَانَتِهِ عَلَى الْمُحَرَّمِ.

۴۔ درِ مختار میں ہے: جس کے پاس ایک دن کے کھانے کو بالفعل یا بالقوہ موجود ہے، بالقوہ ایسے جیسے کوئی شخص تندرست کماؤ ہو تو اس کو دینے والا اگر اس کے حال سے واقف ہے تو گناہ گار ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے حرام پر اعانت کی۔

الرواية الخامسة في الدرالمختار: وَالْأَذَانُ بِالصَّوْتِ الطَّيِّبِ طَيِّبٌ إِنْ لَّمْ يَزِدْ فِيهِ الْحُرُوفَ، وَإِنْ زَادَ كُرِهَ لَهٗ وَلِمُسْتَمِعِهٖ، وقوله: "أَحْسَنْتَ" إِنْ لِسُكُوْتِهٖ فَحَسَنٌ، وَإِنْ لِتِلْكَ الْقِرَاءَةِ يُخْشٰى عَلَيْهِ الْكُفْرُ.

۵۔ درِّ مختار میں ہے: خوش آوازی سے اذان کہنی جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں، اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے تو قاری اور مؤذن اور اس کے سننے والے کو مکروہ ہے اور اگر سننے والے نے قاری خوش لہجگی اور ترجیع سے پڑھنے والے کو یہ کہا کہ تو نے خوب کیا تو اگر اس کے چپ رہنے کو کہا ہے تو بہتر ہے، اور اگر اس قرأتِ محرمہ کی وجہ سے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

ان آیات واحادیث وروایات کے بعد اول ایک مقدمہ عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ شرع میں تحریر کا حکم بہ منزلہ تقریر کے ہے اور مطالعہ کا حکم مثلِ استماع کے ہے۔ جس چیز کا تلفّظ وتکلم اور استماع گناہ ہے اس کا لکھنا اور چھاپنا اور مطالعہ کرنا بھی گناہ ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ سب ناظرینِ اخبار کو معلوم ہے، اخباروں میں بوجہ اس کے کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار دین سے کم واقف یا بعضے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، اکثر یہ مضامینِ ذیل ہوتے ہیں جن کے تکلم واستماع کے نہی پر دلائلِ شرعیہ وارد ہیں، پس اخبار میں بھی منہی عنہ ہوں گے۔

۱۔ بے تحقیق خبریں جن کی منقول عنہ کی کوئی توثیق وتصحیح کا اہتمام نہیں ہوتا: جو کسی نے لکھ بھیجا چھاپ دیا، یا کسی پرچہ میں دیکھا نقل کر دیا اور اکثر ایسی خبریں کلاً یا جزءً غلط نکلتی ہیں جو حقیقت ہے کذب کی جو قطعاً حرام ہے اور اگر کذب بھی متحقق نہ ہو، لیکن غیر محقّق ہونا یقینی ہے جس کو آیتِ خامسہ اور روایتِ ثانیہ بتلا رہی ہے۔

۲۔ کسی کا عیب شائع کرنا اور اگر وہ راست ہے تو غیبت ہوئی اور اگر خلافِ واقعہ ہے تو بہتان ہے جس کو آیتِ رابعہ اور حدیثِ اول ممنوع کہہ رہی ہیں۔

۳۔ اور اکثر ردّ وقدح واعتراض دوسروں کے کلام یا رائے پر بلاضرورت محض اخبار پر کرنے کو یا اپنی حسنِ لیاقت جتلانے کو ہوتا ہے جس کو حدیثِ عاشر رد کر رہی ہے۔

۴۔ اکثر مناظرہ میں تمسخر وطعن وبے ہودگی سے کام لیا جاتا ہے جس کو آیت رابعہ وحدیثِ خامس معصیت بتلا رہی ہے۔

۵۔ کبھی مخاطب کے پچھلے قصّے ذکر کر کے اس کو عار دلائی جاتی ہے جو بروئے حدیث سادس گناہ ہے۔

۶۔ کبھی کسی کی سزا یا کوئی اور ضررِ بدنی یا مالی ذکر کر کے اس پر خوشی ظاہر کی جاتی ہے جو حسب حدیثِ سابع حرام ہے۔

۷۔ کبھی کسی کی بے جا خوشامد یا مدح، خواہ راست ہو یا دروغ، کی جاتی ہے جو موافق حدیثِ ثانی کے مذموم ہے۔

۸۔ کبھی کسی کافر یا فاجر فاسق کی مدح نظماً یا نثراً کی جاتی ہے جس پر حدیثِ ثامن میں وعید آئی ہے۔

۹۔ اخباروں میں مضامین ہنسی دل لگی کے ہوتے ہیں جس میں حفاظتِ حدودِ شرعیہ کی رعایت نہیں ہوتی، اس کی وعید حدیثِ ثالث میں مذکور ہے۔

۱۰۔ بعض دفعہ اخباروں میں کچھ گفتگو دینی عقائد ومسائل پر بھی کی جاتی ہے اور اس میں بلا دلیلِ شرعی محض رائے سے بلکہ اکثر شریعت کے خلاف اور شریعت کو تحریف یا تکذیب کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کوئی ڈاڑھی پر مضمون لکھتا ہے، کوئی سود پر، کوئی اور کچھ کچھ، جس کا اشدِ قبیح ہونا حدیثِ عاشر میں موجود ہے۔

۱۱۔ اکثر اخبار یا نامہ نگار لوگوں کے اندرونی حالات کی ٹٹول میں لگے رہتے ہیں جن کو وہ لوگ پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ان کو شایع کرتے ہیں۔ تجسّس کی حرمت آیتِ رابعہ میں مصرح ہے۔

۱۲۔ اکثر اخباروں میں قرائنِ ظنیہ سے نتائج اخذ کر کے ان پر حکم قطعی لگا دیتے ہیں، ایسے ظن کا گناہ ہونا بھی آیتِ رابعہ میں منصوص ہے۔

۱۳۔ کبھی اپنے یا اپنے اخبار یا اپنے کسی متعلّق کے کسی حال یا کمال پر فخر بھی کیا جاتا ہے جس کی بیخ کنی آیتِ رابعہ میں کی گئی ہے۔

۱۴۔ بعض اوقات کسی کو برے لقب سے خطاب کیا جاتا ہے اور اس کو ناظرین کی دل چسپی کا سبب سمجھتے ہیں۔ اس کی ممانعت بھی آیتِ رابعہ میں مذکور ہے۔

۱۵۔ جو مضامین ان مفاسد سے خالی بھی رہ جاتے ہیں اور وہ بہت ہی قلیل ہوتے ہیں، تاہم اکثر فضول اور بے فائدہ ضرور ہوتے ہیں۔ کسی کا قصّہ لکھ دیا جس سے کوئی صحیح غرض بجز تزئینِ اخبار کے نہیں، کسی کے معاملے میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دے دیا، خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے حتی کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اوراق سیاہ کیے جاتے ہیں جس کا کوئی مقصد بجز اشتغال اور جولانِ فکر کے نہیں۔ اس کا ضرر بھی کسی درجہ میں حدیثِ رابع میں مذکور ہوا ہے۔

۱۶۔ بعضے اخبار والے امرا سے اس بات کی تنخواہ پاتے ہیں یا وہ ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں، تاکہ اخبار میں ہماری برائی نہ لکھیں۔ اس فعل اور اس آمدنی کا حرام ہونا روایتِ ثالثہ میں مذکور ہے۔

۱۷۔ بعض دفعہ اخباروں میں کسی ایسے رسالے یا کتاب پر تقریر و ریویو لکھتے ہیں جس میں بہت سے مضامین خلاف شرع ہوتے ہیں یا کوئی ایسا ہی مضمون بدون اس کے ابطال کے نقل کر دیتے ہیں، حتی کہ کفار کی پیشین گوئیاں تک درج دیکھی گئی ہیں۔ اس کی ممانعت کے لیے روایتِ خامسہ بس ہے، یا اکثر بے اعتبار لوگوں کے اشتہارات درج ہوتے ہیں جس سے خلق پھنستی ہے۔ دھوکہ دینا حرام ہے اور حرام کی اعانت حرام ہے، جس کا ذکر اسی روایتِ خامسہ میں بھی موجود ہے۔ کسی اخبار میں ناول نکلتے ہیں جو سخت مخربِ اخلاق و خیالات ہیں، اس کے لیے بھی وہی روایت کافی ہے۔

۱۸۔ قطع نظر ان سب محذورات کے یہ بھی یقینی ہے کہ اس میں اشتغال اور انہماک ایسا ہو جاتا ہے کہ ضروریاتِ دینی سے بھی غفلت ہو جاتی ہے اور علم دینی سے اعراض ہو جاتا ہے، جس کی مذمت آیتِ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ میں صاف صاف مذکور ہے، اور جس امر سے ایسا ناجائز امر لازم آوے وہ خود ناجائز ہو جاتا ہے، گو فی نفسہٖ مباح ہی ہو جیسا کہ روایتِ اولی بدلالۃ

النص اس پر دال ہے، اور بھی بہت فروعِ فقہیہ اس کی مؤید ہیں۔

۱۹۔ ایسے اخباروں کا خریدنا اور نامہ نگار بننا یا اور خریداروں کو ترغیب دینا یہ سب اعانت ہے ان ناجائز امور کی، اور اعانت ناجائز کی ناجائز ہے۔ روایتِ خامسہ میں اس کی تصریح ہے۔

۲۰۔ بعضے اخبار والے بلا طلب اخبار بھیجتے رہتے ہیں، چوں کہ یہاں نہ مبادلہ نہ تعاطی ہے، نہ ایجاب وقبول، اس لیے شرعاً یہ بیع نہیں ہوئی، اس صورت میں قیمت کا مطالبہ خود ناجائز ہے، یا بعضے کچھ انعام وغیرہ کا لالچ دلا کر خریداروں کو آمادہ کرتے ہیں، پھر اخیر میں حقیقتِ امر منکشف ہو کر اسی طرح مطالبۂ قیمت کے وقت بے لطفی ورنجش ہوتی ہے، جس کے سبب کا مذموم ہونا آیتِ ثانیہ میں ہے اور رنج وعداوت سے قطع نظر کر کے بھی ایسا جبر یا ایسا دھوکہ ناجائز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

تنبیہ: اگر کسی اخبار کے بائع یا مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا، لیکن اس کا مصداق بہت ہی قلیل ہے۔

خیر خواہی: آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لیے آیا ہے، پس اصل کام اس کا شغلِ دینی ہے، لیکن بضرورت اسے شغلِ دینی کی اعانت اور تقویت کے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرطِ اعتدالِ اباحت۔ بس اسی قاعدے کو پیشِ نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے، اور اس قاعدے کی معرفت کے لیے کتب ورسائلِ دینیہ کا پڑھنا سننا اور علما کی محبّت لازم سمجھے۔ **وما علینا إلا البلاغ.**

کتبہ

محمد اشرف علی تھانوی عفی عنہ

۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ